نقد و نظر

قرآن مجید : اسلامی فکر کا سرچشمہ

مرتب : رشید احمد جالندھری

ناشر : جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

ملنے کا پتا : جامعہ بلوچستان، کوئٹہ

پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات کی مناسبت سے ملک بھر میں مقالات و مضامین کا جو علمی و تحقیقی سلسلہ شروع ہوا، یہ مجموعہ اس کی ایک درخشاں کڑی ہے۔ اس میں تقریباً ان تمام مقالات کو درج کیا گیا ہے جو جامعہ بلوچستان میں پڑھے گئے۔

مقالہ نگاروں میں آغا اکبر شاہ، مولانا محمد طاسین، مولانا صغیر حسن معصومی، منظور احمد، سید حسین جعفری، آر۔ اے بٹلر اور ہمارے فاضل دوست رشید احمد جالندھری ایسے معروف اور جانے بوجھے اصحابِ فکر و دانش شامل ہیں۔ موضوعِ بحث جیسا کہ مجموعے کے نام سے ظاہر ہے، اس حقیقت کا اظہار ہے کہ قرآنِ حکیم ہی وہ سرچشمۂ علوم و معارف اور گنجینۂ رشد و ہدایت ہے جس نے انسان کو فکر و دانش کی راہ دکھائی، اس میں شرف و ارتقا کے مضمرات کو اجاگر کیا، اور ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جو تہذیب، اخلاق، علمی جستجو اور طلب و شوق کے داعیات کے اعتبار سے ایک مثالی معاشرہ تھا۔ اور آج جب کہ اسلامی معاشرہ انحطاط پذیر، پراگندہ اور طرح طرح کی اقتصادی و سیاسی الجھنوں کا شکار ہے، صرف اس صورت میں پھر زندگی، آزادی اور اخلاقی و روحانی نشاط آفرینیوں سے بہرہ مند ہو سکتا ہے کہ جب یہ قرآن کو دوبارہ سوچ سمجھ کر پڑھے اور اپنے فکر و عمل کے سانچوں کو قرآن کی تعلیمات کے مطابق ڈھالے۔ یوں تو اس مجموعہ میں مندرجہ تمام مقالات سے قرآنِ حکیم کی عظمت کے گوناگوں نقوش فکر و نظر کی سطح پر ابھر اور نکھر کر سامنے آتے ہیں، مگر ہم سرِ دست صرف ان تین مقالات ہی پر اظہارِ خیال کریں گے۔

۱۔ قرآن مجید کا تصور معاشرہ
۲۔ شریعتِ اسلامی کی تعبیر و تشریح کا مسئلہ
۳۔ قرآن مجید کا فلسفیانہ پہلو

اوّل الذکر مقالہ خاصہ علمی و تحقیقی ہے، اس میں مولانا طاسین نے اس بات کو بدلائل واضح کیا ہے کہ قرآن نہ صرف انسانی زندگی کے تمام اجتماعی تقاضوں کو پورا کرتا ہے، بلکہ ایک مثالی معاشرے کے خدوخال کو بھی متعین کرتا ہے۔ مثالی معاشرہ کن اجزا سے ترتیب پذیر ہوتا ہے، اس پر اس مقالے میں تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

مثالی معاشرے میں بنیادی حل طلب سوال یہ ہے کہ اس میں انسان کے بنیادی حقوق کا کس حد تک تحفظ کیا گیا ہے۔ ان کا یہ کہنا بجا ہے کہ

"انسان ہونے کی حیثیت سے سب انسانوں کے برابر اور مساوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی حقوق میں سب انسان برابر ہیں" اور قرآن حکیم اسی مساوات کا داعی ہے۔

انسان کے بنیادی حقوق کے تعین میں در اصل دو اشکال پنہاں ہیں:

۱۔ یہ کہ پوری تاریخ انسانیت میں انسان کو بحیثیت ایک انسان اور ایک مستقل بالذات موجود کے اس حیثیت سے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ یہ معاشرہ، تہذیب و تمدن اور اخلاق و اقدار کے اس لگے بندھے ڈھانچے سے الگ تھلگ بھی اپنا ایک وجود رکھتا ہے جو تاریخ کے مختلف ادوار میں، مختلف گروہوں، جماعتوں اور اشخاص نے وضع کیا۔ اس کی اپنی کیا خواہشیں، امنگیں اور فطری تقاضے ہیں، جن کی تکمیل ضروری ہے، اس سے کسی نے بھی تعرض نہیں کیا۔

۲۔ یہ کہ اس کے جو بھی بنیادی انسانی حقوق ہوں، سوال یہ ہے کہ ان کی حیثیت محض نصب العینی (IDEAL) تصور کی ہے، جس کے حصول کے لیے ہر معاشرے کو اپنے حالات کے مطابق کوشاں رہنا چاہیے، یا کوئی ایسا عملی نظام (SYSTEM) اور فلسفۂ حیات بھی ہے جس کو اپنا لینے سے یہ حقوق خود بخود اور اپنے آپ حاصل ہو جاتے ہیں۔

جہاں تک پہلے اشکال کا تعلق ہے، اس کا کوئی تسلی بخش حل انسان پیش نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ یہ ہمیشہ ایک مخصوص معاشرے، مخصوص حالات اور متعین اقدار و اعتقادات کے حصار

ہی میں پلا بڑھا ہے۔ رہا مجرد انسان ، صرف انسان کی حیثیت سے تو وہ کبھی بھی معمورۂ ارض پر پایا نہیں گیا۔ اس لیے اس کے بنیادی حقوق کے تعین میں ضروری ہے کہ ان تعصبات کی چھاپ بہرحال نمایاں ہو جو کسی معاشرے میں پہلے سے رائج و سائر ہوتے ہیں اور جن کو ماننے پر ہر دور میں انسان مجبور رہا ہے۔

اس اشکال کا صرف ایک ہی عملی اور دانش مندانہ حل ہے، جو یہ ہے کہ اگر انسان کی فطرت و کنہہ کے تقاضے ہم براہِ راست معلوم نہیں کر سکتے تو ہمیں اس رب کائنات کی طرف رجوع ہونا چاہیے جس نے انسانی فطرت کی تخلیق کی ہے۔ اس لیے کہ وہی خوب جانتا ہے کہ اس کی مخلوق انسان کیا ہے اور اسے تکمیل و اتمام کی منزلوں کو کیوں کر طے کرنا چاہیے۔ یہ اسلوبِ فکر اس بنا پر زیادہ معقول ہے کہ اگر کسی پیچیدہ مشین کی غرض و غایت معلوم نہ ہو سکے تو ہمیشہ اس کے بنانے والے سے پوچھا جاتا ہے کہ اس مشین کے عمل و اناوہ کی کیا صورت ہے۔

مولانا طاسین نے انسان کے بنیادی حقوق کے تعین میں بجا طور پر یہی یقین آفرین راہ اختیار کی ہے اور بتایا ہے کہ قرآن حکیم نے جو اللہ تعالیٰ کا آخری کلام ہے، ایک مثالی معاشرے کی تکمیل کے سلسلے میں کن حقوق و فرائض کی نشان دہی کی ہے۔

دوسرے اشکال کا جواب اس مقالے میں نہیں دیا گیا، اور دراصل اس دور کا سب سے اہم اجتماعی سوال یہی ہے، جس پر تمام علما اور دانش وروں کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کون نظام، سسٹم اور فلسفۂ حیات ہے جس کو اپنا لینے سے انسان کے بنیادی حقوق معاشرے کے ہر فرد کو آپ سے آپ حاصل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں توقع رکھنا چاہیے کہ مولانا آئندہ اپنے کسی مقالے میں اس پر ضرور روشنی ڈالیں گے۔ (محمد حنیف ندوی)

(جاری ہے)